مولانا زاہد الراشدی ☆

خدمت حدیث

موجودہ کام اور مستقبل کے ممکنہ اہداف

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وحدیث کا تاریخ کے ریکارڈ میں اس اہتمام اور اعتماد کے ساتھ محفوظ رہنا جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی امتیاز واختصاص کی حیثیت رکھتا ہے، وہاں اسلام کے اعجاز اور اس کی حقانیت وابدیت کی دلیل بھی ہے کہ نہ صرف یہ کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال واقوال اور ارشادات وفرمودات پورے اہتمام اور استناد کے ساتھ موجود ومحفوظ ہیں بلکہ ان کے نقل وفہم اور ان سے استدلال واستنباط کے عمل میں کسی بھی درجے میں شریک ہونے والے ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد کے حالات وکوائف بھی تاریخ نے اپنے ریکارڈ میں محفوظ کر رکھے ہیں۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی فعل، قول اور احوال وظروف سے نسبت رکھنے والے کسی بھی شخص کے حالات اور کردار کے بارے میں ضروری معلومات کسی بھی وقت تاریخ کے ریکارڈ سے طلب کی جاسکتی ہیں۔ جبکہ اس حوالے سے اسماء الرجال کا علم اسلام اور مسلمانوں کی ایسی خصوصیت ہے جس کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

دنیا کے تمام ادیان ومذاہب میں اسلام وہ واحد دین ہے جس کے پاس اس کی تعلیمات کسی ترمیم وتحریف اور تبدیلی کے بغیر اصلی حالت میں موجود ہیں اور پرائمری سطح سے لے کر اعلیٰ ترین درجات تک ہر سطح پر یہ تعلیمات تدریس، تحقیق اور تبلیغ واشاعت کے مراحل سے وسیع پیمانے میں

☆ شیخ الحدیث جامعہ نصرت العلوم ورئیس التحریر ماہنامہ ''الشریعہ'' گوجرانولہ۔

ہر وقت گزرتی ہیں، جس کی وجہ سے تحریف اور ترمیم کا کوئی بھی حملہ ان کے دائرے میں دراندازی کی گنجائش نہیں پا رہا اور وہ ایک زندہ، متحرک اور توانا نظام تعلیم و اصلاح کی صورت میں آج کے زوال پذیر دور میں بھی مسلم معاشرے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔

دنیا کے ہر مذہب کی تعلیمات انحراف و ترمیم کے مراحل سے گزر چکی ہیں اور اسلام کے سوا کوئی مذہب بھی اس وقت دنیا کے مسلمہ معیار کے مطابق اس دعویٰ کی پوزیشن میں نہیں ہے کہ اس کے پاس اس کی بنیادی تعلیمات اصلی حالت میں موجود ہیں، مگر اسلام پورے اعتماد و حوصلے کے ساتھ آج بھی عالمی فورم پر اس دعوے کے ساتھ کھڑا ہے کہ اس کے پاس نہ صرف قرآن کریم اسی اصلی حالت میں موجود ہے جس طرح جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے اولین شاگردوں، صحابہ کرام کے سپرد کیا تھا بلکہ قرآن کریم کی تعبیر و تشریح میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، احوال اور سیر و سوانح بھی اسی مکمل اعتماد اور معیار کے ساتھ موجود ہیں جسے آج کی دنیا بھی تسلیم کرتی ہے اور جسے کسی بھی تاریخی ذخیرہ اور دستاویز کے مستند اور صحیح ہونے کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم کو اپنے متن اور الفاظ کے لحاظ سے ایک محفوظ اور مستند دستاویز کا درجہ حاصل ہے، اس کے سینہ بہ سینہ منتقل ہونے کا نظام ایسا فول پروف ہے کہ اس میں کسی قسم کی دراندازی کا کوئی امکان موجود نہیں ہے، اس لیے فطری طور پر ان عناصر کا رخ اس کی تعبیر و تشریح کے نظام کے مجروح کرنے کی طرف ہی مڑنا تھا، جو دوسرے مذہب کی طرح اسلام کی تعلیمات کو بھی انسانی خواہشات اور عقل و ظن کی سان پر چڑھا دینے کے خواہش مند تھے۔ چنانچہ قرآنی تعلیمات کو نئے معانی پہنانے اور نت نئی تعبیرات و تشریحات سے روشناس کرانے کے لیے گزشتہ تین صدیوں کے دوران کیا کچھ نہیں ہوا اور آج بھی کیا کچھ نہیں ہو رہا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح اور سنت و حدیث کا عظیم ذخیرہ اور ان کی چھان پھٹک کا بے مثال نظام اسلامی تعلیمات کے گرد ایسا مضبوط و مستحکم حفاظتی پشتہ ثابت ہوا ہے کہ اس نے تحریف و الحاد کے ہر طوفان کا رخ موڑ دیا ہے اور اسلامی عقائد و احکام کا پرچم ملی زندگی کے دیگر تمام شعبوں کی زبوں حالی کے باوجود آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ یہ کہتے ہوئے لہرا رہا ہے کہ:

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں

جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

محدثین ومؤرخین نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وحدیث اور سیرت وسوانح کے سینکڑوں پہلوؤں پر جو عظیم الشان کام کیا ہے اور فقہائے کرام نے اس بحر ناپیدا کنار میں غوطہ زن ہو کر حکمت ودانش اور استنباط واستدلال کے انمول موتیوں کے جو انبار لگا دیے ہیں، اس پر تاریخ کے اس عملی خراج کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ احادیث کے ذخیرے کو محفوظ رکھنے والے محدثین کرام، اسماء الرجال سے تعلق رکھنے والے مؤرخین وناقدین اور استنباط واستدلال کے شناور فقہائے عظام نے ہر دور میں اس زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے احادیث وسنن کی حفاظت وروایت، تدوین وترتیب اور استدلال واستنباط کا فریضہ انجام دیا ہے۔ آپ گزشتہ چودہ صدیوں میں سے کسی بھی صدی میں ان حوالوں سے ہونے والے علمی کام کو سامنے رکھ لیں، آپ کو اس میں سابقہ طریق کار سے مختلف اسلوب نظر آئے گا، جدت دکھائی دے گی اور تنوع کے نئے افق آپ کی نگاہوں کے سامنے آئیں گے، کیونکہ زمانہ جوں جوں آگے بڑھتا ہے، انسانی معاشرے کی نت نئی ضروریات سامنے آتی رہتی ہیں، سائنسی انکشافات سے علم ومعلومات کا دائرہ وسیع تر ہوتا رہتا ہے اور انسانی ذہن کی سطح بلند تر ہوتی چلی جاتی ہے، لیکن بدقسمتی سے کچھ عرصے سے ہم نے ایک جگہ رک جانے اور اگلے مراحل سے آنکھیں اور کان بند کر لینے کو بزرگوں کی ''روایت'' سمجھ رکھا ہے، حالانکہ اس کا نام روایت نہیں ہے۔ ہمارے اسلاف میں، خواہ وہ محدثین ومفسرین ہوں، مؤرخین وناقدین ہوں یا فقہا ومجتہدین ہوں، کسی دور میں بھی اس طرح کے جمود کی روایت نہیں رہی۔ ہماری روایت تو تحرک کی ہے، پیش رفت کی ہے اور مسائل ومشکلات کا سامنا کرنے کی ہے، بلکہ میں اس سے بھی آگے بڑھ کر عرض کروں گا کہ ہمارے فقہائے عظام نے صرف حال پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مستقبل کے امکانات کو بھانپتے ہوئے ''فقہ فرضی'' اور ''فقہ تقدیری'' کا ایسا عظیم الشان ذخیرہ قرون ماضیہ میں امت کے سامنے پیش کیا ہے کہ ہم آج تک اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔

اس پس منظر میں اگر حال اور مستقبل کی ضروریات کا جائزہ لیا جائے تو تقاضوں کی ایک لمبی فہرست بن سکتی ہے اور میرے خیال میں اس موضوع پر علمی مذاکروں اور مباحثوں کی صورت میں باہمی مشاورت کے ساتھ وہ فہرست ضرور بننی چاہیے کہ تقاضوں اور ضروریات کی نشاندہی ہو اور

ان کے سامنے آنے کے بعد ہی انہیں پورا کرنے کا احساس بیدار ہوتا ہے، مگر یہاں ان میں سے مثال کے طور پر دو تین پہلوؤں کا تذکرہ مناسب سمجھوں گا، اس امید پر کہ شاید ہماری علمی شخصیات اور ادارے اس طرف متوجہ ہوں اور اس حوالے سے نہ صرف مستقبل بلکہ حال کا بھی بہت سا قرض جو سنت وحدیث کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے اربابِ علم ودانش کے ذمہ واجب ہے، اس کی ادائیگی کی کوئی صورت نکل آئے۔

جہاں تک احکام ومسائل کا تعلق ہے، اس حوالے سے مختلف ممالک میں کام ہو رہا ہے اور جدید پیش آمدہ مسائل کا قرآن کریم اور سنت وحدیث کی روشنی میں حل تلاش کرنے کی طرف متعدد ادارے اور علمی حلقے متوجہ ہیں۔ اگرچہ اس میں بھی ابھی تنوع اور توسع کے بہت سے پہلو تشنہ ہیں، جن کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، لیکن اس شعبے میں کچھ نہ کچھ کام بہرحال ہو رہا ہے، اس لیے اسے نظر انداز کرتے ہوئے فکری اور تہذیبی راہ نمائی کے اس خلا کی طرف اربابِ علم ودانش کو توجہ دلانا چاہوں گا جو عالمی تہذیبی کشمکش کے موجودہ دور میں پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ محسوس ہو رہا ہے اور جس کے منفی اثرات پوری ملت اسلامیہ کے لیے پریشانی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

اس سلسلے میں عرب دنیا میں خاصا کام ہو رہا ہے، ہمارے ہاں بھی ہوا ہے مگر یہ کام روایتی حلقوں سے ہٹ کر شخصیات کے حوالے سے ہے، جس کے اثرات سے انکار کی گنجائش نہیں ہے لیکن اصل ضرورت روایتی حلقوں کی بیداری کی ہے کہ امت مسلمہ کی اکثریت کا عقیدت واطاعت کا تعلق انہی سے ہے اور امت کو بحیثیت امت کسی طرف متوجہ کرنے کے لیے روایتی حلقے ہی سب سے زیادہ مؤثر اور بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ میں خود روایتی حلقے سے تعلق رکھتا ہوں، جہاں ضرورت محسوس ہوتی ہے روایتی حلقوں کی نمائندگی بلکہ دفاع بھی کرتا ہوں، لیکن مجھے اس اعتراف میں کوئی باک نہیں ہے کہ اس راہ میں بعض ایسے سخت مقام ضرور آتے ہیں کہ نمائندگی اور دفاع دونوں کے قدم لڑکھڑانے لگ جاتے ہیں اور بڑی مشکل سے قدموں کا توازن برقرار رکھنا پڑتا ہے۔

اس کے بعد میں مثال کے طور پر ان دو تین پہلوؤں کا تذکرہ کرنا چاہوں گا جن کے بارے میں میری طالب علمانہ رائے میں زیادہ اہتمام کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وتعلیمات کو اجاگر کرتے ہوئے امت مسلمہ کی راہ نمائی ان

شعبوں میں وقت کا ناگزیر تقاضا ہے۔

سب سے پہلے امت مسلمہ کی اخلاقی حالت کا مسئلہ ہے، جو آج کسی طرح بھی اس قابل نہیں ہے کہ اس کا اچھے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا جائے۔ افراد اور کچھ طبقات ہر دور میں اور ہر قوم میں مستثنیٰ رہے ہیں اور رہتے ہیں، لیکن ملت بحیثیت ملت اخلاقی لحاظ سے جس سطح پر پہنچ گئی ہے، اس نے ہمیں اقوام عالم کی برادری میں نیک نام نہیں رہنے دیا۔ اخلاقیات کا تعلق سیاست سے ہو یا تجارت سے، معاشرت سے ہو یا مذہب سے، تعلیم سے ہو یا ملازمت سے، صنعت سے ہو یا اجارے سے، کہیں بھی صورت حال تسلی بخش نہیں ہے۔ ہمارے داخلی معاشرتی دائروں میں جو صورت حال ہے، وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے لیکن دوسری اقوام کے معاشرے میں جا کر ہم جو گل کھلا رہے ہیں اس نے تو لٹیا ہی ڈبو دی ہے۔

میں ایک مثال سے اپنی بات واضح کرنا چاہوں گا۔ برطانیہ میں ایک صاحب سے میں نے پوچھا کہ وہ کوئی کام کاج تو کرتے نہیں ہیں، گزارا کیسے کرتے ہیں؟ انھوں نے بڑی بے تکلفی سے کہا کہ بس ''مال زکوٰۃ'' سے گزارا ہو جاتا ہے۔ میں نے وضاحت چاہی تو کہنے لگے کہ برطانوی حکومت کی طرف سے بے روزگاری کا جو وظیفہ ملتا ہے وہ لیتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کا قانوناً وظیفے کا استحقاق بنتا ہے؟ تو فرمایا کہ

''چھڈو جی، کافر نیں۔ اینہاں نوں جناں لٹ سکدے ہو لٹو۔

چھوڑو جی، یہ کافر ہیں۔ انہیں جتنا لوٹ سکتے ہو لوٹو۔

ظاہر ہے کہ اسی قسم کے طرز عمل کے ساتھ ہم دنیا کے غیر مسلم معاشروں میں اسلام اور مسلمانوں کے تعارف کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ اب اس بات کو ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ وسیرت اور سنن واحادیث کے حوالے سے دیکھیں تو معاملہ انتہائی سنگین ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے تشریف لائے ہیں اور شخصی، خاندانی، معاشرتی اور بین الاقوامی چاروں حوالوں سے اخلاقی تعلیمات کا جس قدر وسیع اور متنوع ذخیرہ اور اسوہ ونمونہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وسیرت میں ملتا ہے، دنیا کے کسی اور مذہب یا شخصیت کے پاس اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے، مگر ہمارے ہاں ان کا تذکرہ محض برکت وثواب کے لیے ہوتا ہے۔ اپنے احوال وظروف پر ارشادات نبوی کا اطلاق اور سنت وحدیث کی روشنی میں

اپنے طرز عمل کی اصلاح کا کوئی احساس اجتماعی طور پر ہمارے حلقوں میں موجود نہیں ہے۔

آج سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ملی اور بین الاقوامی دونوں حوالوں سے اپنی اخلاقی کوتاہیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کریں، انہیں بے نقاب کریں اور ایک ملی تحریک کے طور پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیمات کو آج کے معروضی حالات وضروریات کے تناظر میں جدید اسلوب اور انداز کے ساتھ امت کے ہر فرد تک پہنچانے اور اسے سمجھانے کی کوشش کریں۔ اس سے نہ صرف دوسری قوموں کے سامنے ہمارا تعارف بہتر ہوگا بلکہ ہمارے بہت سے داخلی مسائل ومشکلات بھی خود بخود فضا میں تحلیل ہوکر رہ جائیں گے۔

اس ضمن میں اس بات کا تذکرہ بھی شاید نامناسب نہ ہو کہ سینکڑوں احادیث نبویہ میں معاشرتی خرابیوں کے ساتھ ساتھ ان کے اسباب ونتائج کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے اور بہت سی احادیث میں نتائج وعواقب کا ذکر کر کے معاشرتی خرابیوں سے روکا گیا ہے۔ ایسی احادیث کو زیادہ نمایاں طور پر سامنے لانے کی ضرورت ہے، مثلاً صاحب مشکوٰۃ نے "باب تغیر الناس" کی آخری حدیث مؤطا امام مالک کے حوالے سے بیان کی ہے جو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی صورت میں ہے، لیکن اپنے مفہوم ومعنی کے لحاظ سے محدثین کرام کے اصول کے مطابق مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ:

۱۔ جس قوم میں خیانت عام ہو جائے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ دشمن کا رعب ڈال دیتے ہیں۔

۲۔ جس قوم میں زنا عام ہو جائے، اس میں موت کی کثرت ہو جاتی ہے۔

۳۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگ جائے، اس سے رزق منقطع کر لیا جاتا ہے۔

۴۔ جس قوم میں ناحق فیصلے ہونے لگیں، اس میں خانہ جنگی پھیل جاتی ہے۔

۵۔ اور جو قوم عہد توڑ دے، اس پر دشمن کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

اس نوعیت کی بہت سی روایات ہیں جن میں معاشرتی جرائم کے نتائج وعواقب کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کو اہتمام کے ساتھ اور اجتماعی تحریک کی صورت میں سامنے لانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

دوسرا پہلو جو ارباب علم ودانش کی ترجیحی توجہ کا مستحق ہے، وہ آج کا عالمی ماحول ہے جس کے

بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ گلوبلائزیشن کا دور ہے اور تہذیبوں کے اختلاط کا دور ہے، کیونکہ فاصلے اس قدر سمٹ گئے ہیں کہ تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان صدیوں سے قائم سرحدیں پامال ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ آج کے دور میں جبکہ تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان حدود اور فاصلوں کو برقرار رکھنا ممکن نہیں رہا، منطقی طور پر یہ مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے کہ مختلف تہذیبوں کے اختلاط کے دور میں اسلام کیا راہ نمائی کرتا ہے؟

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات میں اس بارے میں واضح راہ نمائی موجود ہے اور احادیث کے ذخیرے میں بہت سی روایات پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر بخاری شریف کی ایک روایت کا حوالہ دینا چاہوں گا جو امام بخاریؒ نے کتاب النکاح، باب عظة الرجل بنتہ اور بعض دیگر ابواب میں بیان کی ہے اور اس تفصیلی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ قریش کے بہت سے خاندان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو مہاجرین اور انصار کی خاندانی روایات میں واضح فرق موجود تھا۔ مہاجرین کے ہاں کسی عورت کا خاوند کو کسی بات پر ٹوکنا یا اس کی کسی بات کو رد کرنا سرے سے متصور نہیں تھا، جبکہ انصار کے خاندانوں میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ خاوند کو کسی بات پر ٹوک سکتی ہیں، کسی بات کا جواب دے سکتی ہیں اور کسی بات سے انکار بھی کر سکتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں ایک روز ان کی بیوی نے کسی بات پر ٹوک دیا تو انہیں بہت غصہ آیا اور انہوں نے بیوی کو ڈانٹا۔ بیوی نے جواب دیا کہ مجھے ڈانٹنے کی ضرورت نہیں، یہ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی ہوتا ہے کہ ان کی ازواج مطہرات کسی بات پر ٹوک دیتی ہیں اور کسی بات کا جواب بھی دے دیتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس بات سے تعبیر کیا کہ انصار کی عورتوں کی عادات ہماری عورتوں پر اثر انداز ہوتی جا رہی ہیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی غصے کی حالت میں سیدھے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے، جو ان کی بیٹی تھیں اور انہیں سمجھایا بجھایا کہ ایسا مت کرو۔ وہ تو بیٹی تھیں خاموش رہیں مگر یہی بات جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہنا چاہی تو انہوں نے آگے سے یہ کہہ کر ٹوک دیا کہ ''آپ نے میاں بیوی کے معاملات میں بھی مداخلت شروع کر دی ہے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

کے جواب میں ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ صرف یہ فرمایا کہ "آخر ام سلمہ ہے"۔

یہ دو علاقائی ثقافتوں اور معاشرتی روایات کے اختلاط اور ٹکراؤ کا قصہ ہے اور میری طالب علمانہ رائے ہے کہ تہذیبوں کے اختلاط اور مختلف ثقافتوں کے باہمی میل جول کے مسائل میں یہ روایت اصولی اور بنیادی حیثیت رکھتی ہے، جس سے ہمیں راہ نمائی حاصل کرنی چاہیے اور دور نبوی کے اس طرز کے واقعات اور روایات واحادیث کی روشنی میں آج کے عالمی حالات کے تناظر میں اصول وضوابط وضع کرنے چاہئیں کہ مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے اختلاط میں کہاں ایڈجسٹمنٹ کی گنجائش ہے، کہاں صاف انکار کی ضرورت ہے اور کہاں کوئی درمیان کا راستہ نکالا جاسکتا ہے، یہاں میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نے دین اور ثقافت کے درمیان حدِ فاصل قائم نہیں رہنے دی اور بہت سے معاملات میں دونوں کو گڈمڈ کر دیا ہے، حالانکہ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ دین کی بنیاد آسمانی تعلیمات پر ہے اور اس کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے، جبکہ ثقافت کی بنیاد ایک علاقے میں رہنے والے لوگوں کے درمیان خود بخود تشکیل پا جانے والی معاشرتی اقدار وروایات پر ہوتی ہے، اور اس کا سرچشمہ معاشرہ اور اس کا ماحول ہوتا ہے، مگر ہم نے بعض معاملات میں اپنی علاقائی ثقافتوں پر دین وشریعت کا لیبل لگا کر انہیں ساری دنیا سے ہر حال میں منوانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ جس سے طرح طرح کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

سنت وسیرت اور احادیث کے بیش بہا ذخیرے میں ان معاملات میں مکمل رہ نمائی موجود ہے۔ مگر ہماری حالت یہ ہے کہ خود محنت کر کے بزرگوں کی کمائی میں اضافہ کرنے کے بجائے بزرگوں کی محنت اور کمائی سے ہی گزارا کرنے کوشش کر رہے ہیں۔

تیسرا پہلو جس کا ذکر احادیث نبویہ کے وسیع ذخیرہ سے آج کے حالات کے تناظر میں استفادہ کے لیے کرنا چاہتا ہوں، وہ فتنوں اور آثار قیامت کے بارے میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات ہیں جو پیش گوئیوں کے طور پر معجزات کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں ہمارے لیے ایمان کی تازگی اور پختگی کے ساتھ ساتھ راہ نمائی کا بھی مکمل سامان موجود ہے، اس سلسلے کے سینکڑوں ارشادات نبویہ میں سے مثال کے طور پر مسلم شریف کتاب الفتن کی ان بعض روایات کا تذکرہ کرنا چاہوں گا جن میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرات کے کنارے سونے کا پہاڑ دریافت ہونے اور اس کے حصول کے لیے مختلف اقوام کے درمیان خون ریز جنگوں

کا تذکرہ فرمایا ہے۔ انہی میں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی دو روایات میں مغربی اقوام کی طرف سے عراق کی اقتصادی ناکہ بندی، اس کے ساتھ شام اور مصر کی اقتصادی ناکہ بندی کی صراحت بھی موجود ہے۔ یہ اور اس قسم کی بیسیوں دیگر روایات ہمارے آج کے حالات کی عکاسی کرتی ہیں اور بہت سے معاملات میں ہمیں راہ نمائی فراہم کرتی ہیں۔

گلوبلائزیشن کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے عالمی ماحول، مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے اختلاط اور ٹکراؤ کے موجودہ تناظر میں بہت سے پہلوؤں سے سنن واحادیث نبویہ کے ازسرِنو وسیع تر مطالعے اور اس عظیم ترین علمی ودینی ذخیرے سے راہ نمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے، لیکن اس سے پہلے سنجیدگی کے ساتھ یہ فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم مستقبل کی طرف بڑھنا بھی چاہتے ہیں یا نہیں؟ کیا ہم نے زمانے کے سفر میں اسی مقام پر ہمیشہ کے لیے رکنے کا تہیہ کر لیا ہے جہاں ہم اب کھڑے ہیں؟ اور اگر ہم واقعی مستقبل کی طرف سفر جاری رکھنا چاہتے ہیں اور اس کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لینے کے دعوے میں بھی سنجیدہ ہیں تو اس کے لیے ہمیں آگے بڑھنا ہوگا اور آگے بڑھنے کے وہ تمام منطقی تقاضے پورے کرنا ہوں گے جو ہمارے بزرگ اور اسلاف ہر دور میں پورے کرتے آرہے ہیں۔

☆

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِيَ بِالْحَرَامِ

(مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۵۲۴، رقم ۱۸۱۰۹)

وہ جسم جنت میں داخل نہیں ہوگا جو حرام مال سے پرورش پائے گا۔

منجانب

مہر محمد اسماعیل

مہر برادرز، زرعی سروس، کوٹ اعظم، خیر پور ٹامیوالی

مطبوعات زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

☆ احسن البیان فی تفسیر القرآن / سید فضل الرحمٰن — مکمل سیٹ ۸ جلدیں قیمت: ۱۷۵۰

☆ عمدۃ الفقہ / مولانا سید زوار حسین شاہؒ — مکمل سیٹ ۸ جلدیں قیمت: ۱۲۰۰

☆ زبدۃ الفقہ / مولانا سید زوار حسین شاہؒ — تین حصے یک جا مجلد قیمت: ۲۵۰

☆ عمدۃ السلوک / مولانا سید زوار حسین شاہؒ — قیمت: ۱۹۵

☆ فرہنگِ سیرت / سید فضل الرحمٰن — قیمت: ۱۵۰

☆ پیغامِ سیرت / سید فضل الرحمٰن — قیمت: ۲۲۰

☆ معجم القرآن / سید فضل الرحمٰن — قیمت: ۳۱۰

☆ مطالب القرآن / ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان — قیمت: ۱۵۰

☆ ندائے سحر / ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان — قیمت: ۱۵۰

☆ حیاتِ بقا اور کچھ یادیں / مفتی محمد مظہر بقا — قیمت: ۲۵۰

☆ عہدِ فاروقی کے باکمال / پروفیسر علی محسن صدیقی — قیمت: ۲۴۰

☆ مکی اسوہ نبوی / ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی — قیمت: ۲۵۰

☆ تعلیمات نبوی اور آج کے زندہ مسائل / سید عزیز الرحمٰن — قیمت: ۲۴۰

☆ حدود آرڈیننس، حقیقت اور فسانہ / سید عزیز الرحمٰن — قیمت: ۱۲۰

☆ درسِ سیرت / سید عزیز الرحمٰن — قیمت: ۱۵۰

☆ خطباتِ محرم / سید عزیز الرحمٰن — قیمت: ۱۴۰

☆ خطابتِ نبوی / سید عزیز الرحمٰن — قیمت: ۲۵۰

☆ علماء اور کسب حلال / مولانا قاضی اطہر مبارک پوری — قیمت: ۱۵۰

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴۔ کراچی

پوسٹ کوڈ ۷۴۶۰۰، فون: ۶۶۸۴۷۹۰